رمضان اور محاسبۂ نفس

حسن البنا شہید/محمد ظہیرالدین بھٹی

یہ ہے مہمان گرامی قدر، جو اَب کوچ کے لیے تقریباً پابہ رکاب ہے۔ اس کے اوقات خیروبرکت سے بھرپور ہیں۔ مسلمانوں نے اس کے گنے چنے دنوں سے خوب استفادہ کیا ہے، مگر اب یہ رُخصت ہونے والا ہے۔ ہر کام کی ایک مدت ہوتی ہے۔ ہر وقت سمٹنے والا ہے۔ آپ جس سے چاہیں، محبت کریں، بالآخر ایک دن آپ نے اسے چھوڑ دینا ہے۔ آپ جو چاہیں کریں، ایک دن آپ کے عمل نے منقطع ہوجانا ہے۔

اب آپ یہ دیکھیے! کیا مسلمانوں نے اپنے مہمانِ مہربان کا خوب خیرمقدم کیا ہے؟

کیا انھوں نے اس کی اچھے طریقے سے مہمان نوازی کی کہ وہ شکرگزار اور احسان مند ہو؟

یا پھر رمضان کی مہمان نوازی کو اپنے لیے بوجھ سمجھا ہے؟ اس کے حق کو فراموش کر کے نظرانداز کیا ہے کہ وہ افسردہ و مغموم ہو؟ —— مہمان یا تو میزبان کی تعریف کرتا ہے یا اس کی مذمت!

زمانے کی یادداشتوں پر مشتمل اس ڈائری کے روشن و درخشندہ صفحات، یعنی ماہِ رمضان کے دنوں میں سے بہت ہی کم صفحے خالی رہ گئے ہیں۔ زیادہ تر صفحات تو لپیٹ دیے گئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ شر سے آلودہ ہیں یا خیر سے بھرے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا مسلمانوں نے اس کتاب کے صفحات پر نیکیوں کی روشنائی سے کچھ تحریر کیا ہے؟ کیا اسے طاعت و فرماں برداری کے اَنوار سے تابندہ کیا ہے؟ کیا اسے اخلاق کے بیل بوٹوں سے سجایا ہے؟ کیا اسے پاک صاف رکھا ہے؟ کیا اسے اخلاقِ عالیہ سے آراستہ کیا ہے اور اس پر آخر میں استغفار کی مشک لگائی ہے، یا اسے بالکل نظرانداز کردیا ہے اور غفلت کی نذر کردیا گیا ہے اور یہ صفحات خالی رہ گئے ہیں۔ ایسا تو نہیں کہ اسے نافرمانی

اور حکم عدولی کی کثافت سے آلودہ کر دیا ہو اور نافرمانی و سرکشی کی تاریکی سے اسے مکدر و افسردہ کیا ہو۔

یہ ہے رمضان، وہ گواہ جو ہمارے یہاں چند دنوں کے لیے مقیم رہا اور اب تقریباً واپس جانے ہی والا ہے، کہ جس مہم پر اسے یہاں بھیجا گیا تھا، وہ مہم تقریباً پوری ہو چکی ہے۔ اب یہ اپنی گواہی کا اعلان کرے گا اور جو مشاہدہ کیا ہے، اسے بیان کرے گا۔ اگر نیکی اور خیر دیکھا ہے تو اس کی گواہی دے گا اور اگر بُرائی اور شر دیکھا ہے تو اس کا حال بتائے گا۔ کیا مسلمانوں کے بس میں یہ ہے کہ وہ ایسا کریں کہ اپنے اعمال کو اپنے حق میں حجت بنائیں نہ کہ اپنے خلاف گواہ؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی خاطر جو سواری بھیجی ہے ___ زمانے کی سواری ___ اس نے ایک مرحلہ طے کر لیا ہے اور اپنی منزلِ مقصود کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے۔ یہ اپنے دامن میں نیکی یا گناہ کو لیے پردوں کے پیچھے چلی جائے گی۔ پھر یہ سواری، اپنے اپنے سواروں کی ہر چیز سنبھال کر رکھے گی۔ چنانچہ ہر انسان وہ کچھ دیکھ لے گا، جو اس نے آگے بھیجا ہوگا:

> يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ (اٰلِ عمرٰن ۳:۳۰) وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اس نے بھلائی کی ہو یا بُرائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش! ابھی یہ دن اس سے بہت دُور ہوتا۔

یہ ہے عظیم ماہ رمضان، ماہِ بابرکات، جو تیزی سے جا رہا ہے اور اس کے جانے میں بس چند ہی دن بلکہ لمحے باقی رہ گئے ہیں ___ مسلمان ان مبارک اوقات میں کیا کرتے رہے ہیں، یہی سوالات ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔

میرے بھائی! آپ تو ایک عظیم انسان ہیں۔ آپ تو مردانِ کارزار میں سے ہیں۔ باقی رہے غافل انسان، ان کا حال یہ ہے کہ وہ ان محترم و مکرم دنوں کے تقدس کو نہیں جانتے۔ وہ تو ان ایامِ مبارکہ کی کھلم کھلا بے حُرمتی کرتے ہیں اور نہ وہ فرائض اور ذمہ داریوں کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاں رمضان اور غیر رمضان برابر ہوتے ہیں۔ اس قماش کے لوگ سارا سال لغویات میں گزار دیتے ہیں، اپنی مستیوں میں غرق ہوتے ہیں، اور اپنی اس روش پر مطمئن ہوتے ہیں، اور گناہوں سے آلودہ ہوتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ اپنے مہمان کی بے عزتی کرتے ہیں۔

یہ لوگ اس سواری پر شرور و مفاسد کا بوجھ لاد دیتے ہیں۔ اگر اس طرح کے لوگ نجات کا ارادہ کرلیں، تو حق کی طرف واپسی کا راستہ کھلا ہے، توبہ کا امکان ہے۔ توبہ قبول کرنے والا کریم و سخی ہے۔ رجوع کا راستہ ابھی بند نہیں ہوا۔ آقا مہربان، کریم اور بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہو، اگر یہ زیادتی کرنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا، اپنے گناہوں سے توبہ کرلے، اپنے پروردگار کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوجائے۔ اس کی جانب رجوع کرلے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ ایسے مستحق کی خطاؤں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ اس کے درجات بلند فرمائے گا۔

بے پروا اور غافل انسان سے ماہِ رمضان یوں گزر جاتا ہے، جیسے خوابیدہ قوم کے سروں سے بادل گزر جاتے ہیں۔ نہ وہ ان پر برستے ہیں، نہ انھیں بادلوں کا سایہ نصیب ہوتا ہے، نہ بادلوں کے فوائد و ثمرات سے کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ایسا انسان ضیافت کی فضیلت سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ دستاویز کی توثیق اور گواہ کی مثبت گواہی سے بھی تہی داماں ہی رہتا ہے۔

یہ بدبخت مسلمان سواری کو یونہی چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ اس پر خیر و برکت لدا ہوتا ہے۔ اس کے لیے اب موزوں یہی ہے کہ وہ رمضان کے باقی ماندہ دنوں کی قدر کرے اور اپنے رُوٹھے ہوئے مہمان کو منالے۔ باقی کے چند دنوں میں اس کی خوب آؤ بھگت اور خاطر تواضع کرے۔ یوں وہ کتابِ زندگی کے صفحات میں اپنے لیے نیکیوں کے اندراجات کو یقینی بنالے۔ وہ گواہ کو راضی کرسکتا ہے کہ اس کے سامنے نیکی کے کارنامے سرانجام دینے لگے اور سواری کو حسبِ استطاعت بھلائیوں اور ثواب کے کاموں سے بھرلے۔ ہوسکتا ہے کہ اس گنہگار مسلمان کی ان تھوڑے دنوں کی محنت کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے، اور اسے بہت بڑا اجر دے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

دُوراندیش و دانا شخص تو وہ ہے جسے مہمان کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اس کے استقبال کے لیے خوب خوب تیاری کی، پھر مہمان کی بھرپور مہمان نوازی کی، اور اس کے پورے عرصۂ قیام کے دوران میں اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتا رہا۔

وہ ماہِ رمضان کی ہر گھڑی کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہے، اطاعت و فرماں برداری سے اس کی تکریم و توقیر کرتا ہے اور ہر گھڑی پروردگار کا شکر بجالاتا ہے۔ اس کی مہربانیوں پر سجدہ ریز

ہوتا ہے۔ اس کی زبان اپنے پالنہار کی تسبیح وتحمید اور حمد وثنا سے معطر رہتی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کی کتابِ زندگی اس کے عمل اور کارکردگی کا ریکارڈ ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ اس کے نامۂ اعمال میں درج ہو رہا ہے، اس کی تدوین ہو رہی ہے، اس سے اس کا رُتبہ بڑھے گا، اس کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوگا۔ یہ ایک ایسی دستاویز ہے جو اس کے آقا، اس کے رب کے رُوبرو اس کے حق میں حجت ہوگی۔ رمضان اس کا گواہ ہے، وہ اسے دیکھ رہا ہے، اس پر نگران ہے، لہٰذا وہ اس نگران و گواہ کو صرف وہی دکھائے جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو، یعنی نماز، روزہ، تلاوت، قیام، پاک دامنی، عفت، خودداری، پاکیزگی، طہارت، صدقہ، نیکی اور خیر کی جانب لپکنا۔ یہ گواہی اس کے حق میں بُرہان وسند ہوگی، جو قابلِ اعتبار ہوگی، جسے اہمیت دی جائے گی۔

مردِ صالح ونیکوکار جب ماہِ رمضان کی سواری کو دیکھتا ہے کہ وہ تیزی سے رواں دواں ہے تو وہ پھر ہر قدم پر بہت سی نیکیاں کمانے کی فکر کرتا ہے۔ یہ شخص یقیناً اس لائق ہے کہ جو کچھ اس نے پیش کیا، اس پر مطمئن ہوجائے اور اپنے انجامِ کار اور عاقبت کے بارے میں خوش بخت وسعید ہو اور بے فکر و بے اندیشہ ہو۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (الزلزال ۹۹: ۷-۸) پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

یہ شخص یقیناً اس بات کا حق دار ہے کہ اس کی مساعی دوچند ہوکر مشکور ہوں، اس کی بیداری وہشیاری میں اضافہ ہو۔ اصل میں اعتبار انسان کے انجام وخاتمے کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مستعد و تیار و آمادہ ہوجاتے تھے۔ اپنے اہلِ خانہ کو بیدار کرتے تھے اور خود کمربستہ ہوجاتے تھے۔

برادرِ عزیز! آپ کا شمار کس قسم کے لوگوں میں ہونا چاہیے؟

دیکھو یہ رمضان ہے، جانے کا اعلان کر رہا ہے، کوچ کرنے کی منادی کر رہا ہے۔ یہ تمھارا معلّم تھا جو تمھیں صحیح مردانگی کے بنیادی اصول اِملا کروا رہا تھا۔ عزمِ مصمم اور قوی ارادے کی تربیت کرتا رہا ہے، صبر وبرداشت کا عادی بناتا رہا ہے۔ تمھارے لیے راہِ آزادی کے نشانات متعین کرتا

رہا ہے، تمھاری نگاہوں پر پڑے ہوئے غفلت کے پردوں کو ہٹاتا رہا ہے، حتیٰ کہ تمھاری نگاہیں اُفق پر جا پہنچیں۔ یہ رمضان تمھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں، اس کی کتاب کے بارے میں اور اس کے دین اور اس کی آیتوں کے بارے میں فہم وبصیرت سے نوازتا رہا ہے۔

یاد رکھیے کہ ہر استاذ کا ایک حلقۂ اثر ہوتا ہے، ہر معلّم کے اپنے شاگردوں پر اثرات ثبت ہوتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ ماہِ رمضان نے تم لوگوں پر کیا کچھ اثرات چھوڑے؟ تم میں کیا کچھ بدلا؟ ذرا اپنا موازنہ کرو رمضان سے پہلے اور بعد کی حالت سے، اور کوشش کرو اور اپنی روحوں کا جائزہ لو:

- کیا آپ لوگوں کا ارادہ قوی ہے اور آپ اس قابل ہو گئے ہیں کہ شرافت و دیانت کے عظیم کارناموں کو سرانجام دینے میں پیش پا افتادہ باتوں سے دامن کش ہوسکیں؟
- کیا آپ لوگ سختیوں پر صبر وبرداشت کرنے کے اہل ہو چکے ہیں؟
- کیا عظیم مقاصد واہداف کے حصول کی خاطر قربانی دینے کا جذبہ بیدار ہو چکا ہے؟
- کیا نگاہوں سے غفلت کے پردے چھٹ چکے ہیں؟ اور آپ کو اس حقیقت کا اِدراک ہو چکا ہے کہ اس دنیا کا مال ومتاع اور ساز وسامان، سب عزتِ نفس کے مقابلے میں حقیر وہیچ ہے؟ عزت وشرافت، حُریت، ضمیر اور سعادتِ روح کے سامنے فروتر ہے؟
- کیا آپ نے دین کو سمجھا ہے؟ اس کی آیات کا فہم حاصل کیا ہے؟ کیا آپ میں یہ صلاحیت ہے کہ جامد الفاظ کے پردوں کے پیچھے چھپے حقائق ومعانی تک رسائی پائیں؟

اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ لوگ خوش بخت ہیں، سعادت مند ہیں، اس ہدایتِ الٰہیہ پر سجدۂ شکر بجا لاؤ ـــــ اور اگر ایسا نہیں ہے ـــــ تو رمضان کی باقی ماندہ گھڑیوں میں اپنی روحوں کے آئینے کو صیقل کرنے کی کوشش کرو، اپنے نفوس کی میل کچیل دُور کرلو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیض سے اپنی روحوں کو نفع پہنچا لو۔ اس بابرکت مہینے کے پُرسعادت لمحوں کو قید کرلو۔ قید کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے بھرپور فائدہ اُٹھاؤ۔

اگر آپ نے ان ہدایات پر عمل کیا تو ان شاء اللہ آپ کو کامرانی نصیب ہوگی اور اگر منہ موڑ لیا اور لائق توجہ نہ سمجھا، تو پھر خسارے سے کوئی نہیں بچا سکے گا ـــــ یا اللہ! گواہ رہنا!!

(مجلّہ الاخوان المسلمون، ۱۱ جنوری ۱۹۳۴ء، بحوالہ افکارِ رمضان، ص ۱۷۷-۱۸۳)